011672

محترم مفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر شوہر اپنی بیوی سے جھگڑے کے دوران یہ الفاظ استعمال کرے کہ ''تم طلاق سمجھو'' یا یہ الفاظ استعمال کرے کہ ''تم اپنے کو آزاد سمجھو'' یا یہ کہے کہ ''تم سمجھو کہ تم فارغ ہو'' تو اس صورت میں کیا بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی؟ اور کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہونے کے لئے نیت کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

سائل

عبداللہ

معرفت مولانا عبد الحفیظ

رفیق دارالافتاء

دارالافتاء
فتوی نمبر ۱۸۱۷/۱۰
مورخہ

1179

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الجواب بعون ملهم الصواب

واضح رہے کہ "تم طلاق سمجھو/تم اپنے آپ کو آزاد سمجھو/تم سمجھو کہ تم فارغ ہو یا جا، تو سمجھ لے کہ میں نے تجھے طلاق دی" وغیرہ الفاظ ایسے ہیں کہ ان سے نہ تو ہر حال میں شرعاً بیوی پر طلاق واقع ہوتی ہے اور نہ ہی یہ الفاظ ایسے ہیں کہ ان کو ہر حال میں لغو قرار دیکر عدم طلاق کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، بلکہ ان الفاظ سے طلاق واقع ہونے یا نہ ہونے کا مدار ان الفاظ کے استعمال کرنے والے کی نیت، عرف اور ان الفاظ کے سیاق وسباق اور جس ماحول میں وہ الفاظ بولے گئے ہیں، اس پر ہے۔ اس لئے انہی چیزوں کو دیکھ کر ہی ان الفاظ سے وقوعِ طلاق یا عدمِ وقوعِ طلاق کا فیصلہ کیا جائیگا۔

اور اسکی وجہ یہ ہے کہ لفظِ "سمجھو" اردو محاورہ میں کبھی محض فرض کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں "تم طلاق سمجھو/تم اپنے آپ کو آزاد سمجھو/تم سمجھو کہ تم فارغ ہو یا جا، تو سمجھ لے کہ میں نے تجھے طلاق دی" وغیرہ الفاظ کا مطلب یہ ہوگا کہ حقیقت اور نفس الامر میں تو ایسا نہیں ہے لیکن تم اپنے طور پر نفس الامر کے برخلاف یہ فرض کرلو کہ میں نے تمہیں طلاق دی/آزاد کیا/فارغ کیا یا اپنے آپ کو مطلقہ گمان کرلو، مطلقہ شمار کرلو، مگر تمہارے فرض کرنے/تمہارے گمان کرنے یا تمہارے سمجھنے سے کیا ہوگا؟ کچھ بھی نہیں ہوگا؛ کیونکہ طلاق دینا تو شوہر کا کام ہے جبکہ میں نے تمہیں طلاق نہیں دی/میں نے تمہیں آزاد نہیں کیا/میں نے تمہیں فارغ نہیں کیا۔ للذا اس صورت میں یہ سب الفاظ شرعاً لغو ہونگے، ان سے شرعاً بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، اگرچہ شوہر یہ الفاظ طلاق ہی کی نیت سے کہے۔ کلام فقہاء میں اسکی نظیر "داده انگار/کرده انگار/احسبی انک مطلقة" وغیرہ الفاظ ہیں۔ جنکے بارے میں فقہاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ ان الفاظ سے باوجود نیتِ طلاق کے بھی شرعاً طلاق نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس صورت میں یہ طلاق کے الفاظ ہی نہیں، یعنی نہ یہ صریح طلاق کے الفاظ ہیں اور نہ ہی الفاظ کنایہ ہیں۔

فی البحر الرائق ۸/ ۵۴۹

قال رحمه الله ( ولو قال الزوج داده است وكرده است يقع ) الطلاق ( نوى ) الوقوع ( أو لا ) أي وإن لم ينو- قال رحمه الله ( ولو قال الزوج داده أنكار وكرده أنكار ) لا يقع الطلاق ( وإن نوى الوقوع ) والفرق بينهما أن في الأولى إخبارا عن وقوع فيقع الطلاق وفي الثاني ليس باخبار لأن معنى قوله داده أنكار افرضي أنه وقع أواحسي فلا يقع به شيء وأنكار بفتح الهمزة وسكون النون وفتح الكاف الصماء وفي آخره راء مهملة ومعناه افرض وقَدِّر-

جبکہ کبھی لفظِ "سمجھو" کے ذریعہ اردو محاورہ میں اسکے (یعنی لفظِ "سمجھو" کے) سوابق ولواحق میں بیان کردہ بات مخاطب کو ذہن نشین کرانے اور اس پر مخاطب کو متنبہ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی متکلم لفظِ "سمجھو" کو محض فرضِ محال کے طور پر استعمال نہیں کرتا بلکہ اپنی طرف سے مخاطب کو یہ باور کرانے اور لفظِ "سمجھو" کے ساتھ متصل بات اسکے ذہن نشین کرانے کے لئے استعمال کرتا ہے کہ میں جس طرح کہہ رہا ہوں بات حقیقت اور نفس الامر میں بھی اسی طرح ہے، اس لئے آپ اسکو نوٹ کرلیں/آپ اس پر متنبہ ہو جائیں/آپ اسکو اپنے پلّے باندھ لیں، وغیرہ۔ اس صورت میں لفظِ "سمجھو" کے ساتھ بیوی کو طلاق دینے میں شرعاً یہ تفصیل ہے کہ اگر ان الفاظ کے تلفظ کے وقت بیوی کو طلاق دینے کی

دار الافتاء

نیت ہو تو لفظِ "سمجھو" کے ساتھ ذکر کردہ الفاظ کے مطابق بیوی پر وقوعِ طلاق کا حکم لگایا جائیگا۔ یعنی صریح الفاظ کے ساتھ لفظِ "سمجھو" کی صورت میں طلاقِ رجعی اور الفاظِ کنایہ کے ساتھ لفظِ "سمجھو" سے طلاقِ بائن کا حکم لگایا جائیگا۔

کلامِ فقہاء میں اسکی نظیر طلاق کردہ گیر اور یلہ کردہ گیر ہیں یا بیوی کے مطالبۂ طلاق پر شوہر کے الفاظ "دادہ گیر، کردہ گیر، دادہ باد، کردہ باد" وغیرہ ہیں، مثلاً اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کے مطالبۂ طلاق پر کہے کہ طلاق کردہ گیر، یلہ کردہ گیر یا بیوی کے مطالبۂ طلاق کے جواب میں "دادہ گیر، کردہ گیر، دادہ باد، کردہ باد" وغیرہ الفاظ کہے اور ان الفاظ کے کہتے وقت نیتِ طلاق ہو تو شرعاً اس سے اسکی بیوی پر طلاق واقع ہو جائیگی، یعنی بیوی نے جس قسم کے الفاظ سے طلاق کا مطالبہ کیا اسی قسم کی طلاق بیوی پر واقع ہو جائیگی، لیکن ان الفاظ کے کہتے وقت اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو ان الفاظ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

فی البحر الرائق ۸/ ۵۴۸

قال رحمه الله ( قالت الزوجة لزوجها مرا طلاق ده يعني أعطني طلاقا ( فقال الزوج داده كير اوكرده كير او داده باد وكرده باد ينوي يقع ) معناه الاعتبار للنية وعدمها فإن نوى بهذه الألفاظ الطلاق وقع فإن لم ينو لا يقع لأنه من الكنايات عندهم فلا بد من النية وقوله داده بفتح الدال بعدها ألف ساكنة ومعناه الإعطاء وقوله كير بكسر الكاف الصماء وسكون الياء آخر الحروف وفي آخره راء معناه الأصل أمسك ولكن معناه هنا أفرضي وقدري يعني قدري الطلاق قد أعطي وقوله كرده بفتح الكاف وسكون الراء وفتح الدال وسكون الهاء وهو اسم مفعول من كرداني الذي هو المصدر ومعناه الفعل والعمل

وفی الفتاوی الهندية ۱/ ۳۸۶

سئل عن امرأة قالت لزوجها باتوئمي باشم قال ناباشيده كير فقالت اين جه سخن بودآن كن كه خدا يتعالى ورسول خدا فرمود نيكوبكو طلاق تابروم فقال طلاق كرده كير برو هل يقع الطلاق إن نوى الإيقاع؟ تقع واحدة قيل أليس قوله طلاق كرده كير واحدة وقوله برو واحدة فقال يراد بهما الواحدة إلا أن ينوي ثنتين فتصح كذا في التتارخانية

وفی تبیین الحقائق ۶/ ۲۲۱

قال رحمه الله ( قالت مرا طلاق ده فقال داذه كير ، وكرده كير أو داده باد وكرده باد ينوى ، ولو قال داده است كرده است يقع نوى أو لا ، ولو قال داده أنكار كرده أنكار لا يقع وإن نوى

وفی الفتاوی الهندية ۱/ ۳۸۰

امرأة قالت لزوجها مرا طلاق ده فقال الزوج داده كير وكرده كير أو قال داده باد وكرده باد ان نوى يقع ويكون رجعيا وإن لم ينو لا يقع ولو قال داده است أو كرده است يقع نوى أو لم ينو ولا يصدق في ترك النية قضاء ولو قال داده انكار أو كرده انكار لا يقع وإن نوى

وفی الخلاصة ج۲ص۹۷:

"ولو قالت مرا يلة كن فقال كردة كيروان نوي يقع"

مندرجہ بالا باتوں کی تائید اکابرِ کرام کے درج ذیل فتاویٰ سے بھی ہوتی ہے، مثلاً:

فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۸ صفحہ ۵۵ میں شوہر کے الفاظ "جا تو یہ سمجھ لے کہ میں نے تجھے طلاق دی" کے بارے میں ہے:

دار الافتاء

00151

"اگر زید کا یہ مطلب تھا کہ جا تو سمجھ لے کہ میں نے تجھے طلاق دی مگر تیرے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے، میں نے طلاق نہیں دی اور زید اس پر حلف کرلے تو زید کا قول معتبر ہوگا اور طلاق کا حکم نہیں کیا جائیگا، ورنہ طلاق کا حکم ہو جائیگا اور قرینہ بھی یہی ہے؛ کیونکہ ایسا کہنے کے بعد زید نے اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا"

امداد الاحکام جلد ۲ صفحہ ۴۲۷ میں ہے:

"اور ظاہر ہے کہ طلاق کردہ گیر اور یلہ کردہ گیر الفاظِ کنایاتِ طلاق میں سے ہیں ورنہ بعد نیت کے بھی ان سے وقوع نہ ہوتا، مگر بایں ہمہ بعد طلبِ طلاق و مذاکرۂ طلاق کے بھی وقوعِ طلاق کو مقید بالنیہ کیا گیا ہے، اور یہاں یہ بات قابلِ تنبیہ ہے کہ فقہاء نے جن الفاظ میں باوجود مذاکرۂ طلاق کے بھی وقوعِ طلاق کے لئے نیت کو شرط قرار دیا ہے وہاں مطلب یہ ہے کہ متکلم بوقتِ تکلم کے ان الفاظ سے ایقاعِ طلاق کی نیت کرے، محض قرائنِ نیت کافی نہ ہونگے، ورنہ مذاکرۂ طلاق کے بعد جو کہ نیت کا قوی قرینہ ہے کما صرّحوا بہ قاطبۃ نیت کا شرط کرنا محض فضول ولغو ہوگا۔" ......................والله اعلم بالصواب

احقر شاہ محمد تفضل علی

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۸ / شوال المکرم / ۱۴۳۷ ہجری

13 / جولائی / 2016 عیسوی

الجواب صحیح

۱۲-۱۰-۳۷

مفتی دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

/ شوال المکرم / ۱۴۳۷ ہجری

/ جولائی / 2016 / عیسوی

مفتی

الجواب صحیح

محمد عبد المنان عفی عنہ

۱۳/۱۰/۱۴۳۷ھ

نائب مفتی

الجواب صحیح

بندہ محمود اشرف غفر اللہ لہ

۱۳/۱۰/۱۴۳۷ھ

مفتی

دار الافتاء

فتوی نمبر ۱۸۱۷/۶۰

مورخہ ۱۳/۱۰/۱۴۳۷ھ

۱۶/۷/۲۰۱۶ء